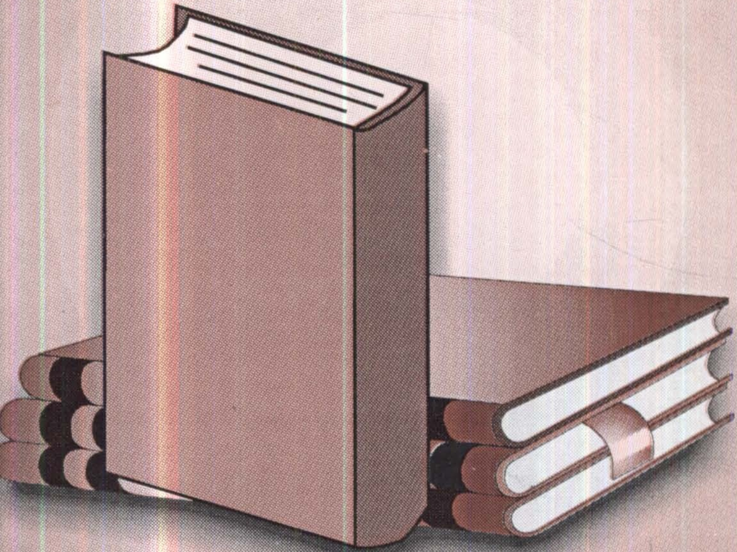
اسلام میں اولاد کے حقوق

پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیه ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

اسلام میں اولاد کے حقوق

پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی

دعوۃ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی
پوسٹ بکس نمبر 1485 اسلام آباد

نام کتاب	:	اسلام میں اولاد کے حقوق
مصنف	:	پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی
سرورق	:	سید مبین الرحمٰن
کمپوزر	:	محمد ظفر
مطبع	:	ادارہ تحقیقات اسلامی پریس، اسلام آباد
اشاعت اوّل	:	۲۰۰۱ء
اشاعت دوم	:	۲۰۰۷ء
تعداد اشاعت	:	۳۰۰۰
قیمت	:	۲۲ روپے

ISBN-969-556-018-0

ناشر

دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی

پوسٹ بکس ۱۴۸۵ء اسلام آباد

پیش لفظ

اسلام ایک ایسا دین فطرت ہے جس نے انسانی رشتوں اور انسانی حقوق کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ سلامتی اور امن کا پیغام لیے ہوئے اسلام ہر شخص کے لیے ایک درمیانی راہ کا تعین کرتا ہے۔ جہاں وہ فرائض کی بات کرتا ہے وہاں حقوق بھی متعین کرتا ہے۔ کسی شخص یا گروہ کو محض حقوق یا صرف فرائض کا پابند نہیں بناتا۔

معاشرتی طور پر والدین اور اولاد کا رشتہ بہت نازک تعلقات کا آئینہ دار ہے۔ والدین چاہتے ہیں کہ اولاد اپنے فرائض سے غافل نہ ہو اور اولاد چاہتی ہے کہ والدین اپنا فرض ادا کریں۔ فی الحقیقت دونوں ہی حقوق و فرائض کے رشتہ میں بندھے ہوئے ہیں والدین اگر اولاد کی اچھی پرورش کرتے ہیں اور ان کی بہتر تعلیم کا انتظام کرتے ہیں تو یہ ان کے روشن مستقبل کی ضمانت ہے۔ بچے اگر محنت کرتے ہیں اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں تو یہ ان کے حسن تربیت کا نتیجہ ہے۔

اسلام نے حقوق و فرائض کے اس پُل کو دونوں طرف سے بہت مضبوط احکامات سے باندھا ہے کہ حقوق کی بات فرائض کے بغیر ممکن نہیں رہتی۔ ڈاکٹر خالد علوی نے اس نازک موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور اسلام میں اولاد کے حقوق کی بات بہت وضاحت سے کی ہے۔ دعا ہے کہ باری تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور ہماری اولاد کو اپنے حقوق کے ساتھ ساتھ اپنے فرائض بھی یاد رہیں تاکہ انہیں اپنے والدین کی خدمت کی سعادت بھی حاصل رہے۔ آمین۔

انچارج شعبہ مطبوعات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام نے حیات انسانی کو متوازن نظام فکر و عمل دیا ہے۔ اس میں مستحکم معاشرتی زندگی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ یہ استحکام اس اخلاقی تعلیم کا مرہون منت ہے جو قرآن و سنت نے مہیا کی ہے۔ اس نظام میں معاشرے کی تمام اکائیاں ایک دوسرے سے مربوط ہیں اور اخلاقی ماحول کو قائم رکھنے کا ذریعہ ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں جہاں والدین کی اطاعت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت بیان کی گئی ہے وہاں بچوں کے حقوق بھی واضح کیے گئے ہیں۔ اسلام کی معاشرتی زندگی یک رخی نہیں، ہمہ گیر ہے اس لیے والدین اگر اسلامی معاشرے میں بنیادی اکائی کی حیثیت رکھتے ہیں تو بچے اس اکائی کا نتیجہ ہیں۔ یہ دونوں مل کر معاشرے کی صورت گری کرتے ہیں۔ بچے تو اور بھی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ نہ صرف والدین کی شخصی توسیع ہیں بلکہ وہ معاشرے کے ارتقاء اور اس کی متحرک زندگی کا عکس ہیں۔ آج کی اولاد کل کے والدین ہوتی ہے اور آج کے بچے کل کے جوان اور بزرگ ہوتے ہیں لہذا اسلام نے بچوں کے بارے میں خصوصی ہدایات دی ہیں۔ کوئی معاشرہ بچوں کے بارے میں جو رویہ اختیار کرتا ہے وہی اس کا معاشرتی معیار قرار پاتا ہے۔ اگر ان کے ساتھ حسن سلوک کے بجائے بے اعتدالی روا رکھی گئی تو اس سے نہ صرف یہ کہ معاشرے کا ارتقائی مزاج مجروح ہوگا بلکہ مستقبل کے والدین بھی خطرناک حد تک اولاد کش ثابت ہوں گے۔ ایک معاشرے میں بچوں اور بڑوں کا تعلق سب سے اہم مسئلہ ہے کیونکہ بڑوں کا احترام اور بچوں کے ساتھ شفقت اس معاشرے کے مجموعی رویوں کی عکاس ہو گی۔ بڑوں کے ساتھ حسن سلوک اور بچوں کے ساتھ مشفقانہ رویہ ایک رحم دل معاشرے کی تشکیل کا

باعث ہوگا۔ حسن سلوک، ادب واحترام، ایثار وشفقت اور عزت ووقار اسلامی معاشرے کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے:

عن ابن عباسؓ قال : قال رسول اللہﷺ : لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا (۱)

''ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہمارے گروہ میں سے نہیں ہے''۔

بچے کی حیثیت

اسلامی معاشرہ اولاد کو انسانی اقدار کی بقا و تحفظ کا ذریعہ سمجھتا ہے اور اسے نعمت عظمیٰ قرار دیتا ہے۔ قرآن وسنت کی تعلیمات سے اولاد کے نعمت عظمیٰ ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اولاد انسانی شخصیت کی توسیع اور اس کی خصوصیات کا بہترین مظہر ہوتی ہے اس لیے ہر انسان جبلی طور پر اولاد کی خواہش رکھتا ہے اور یہ محسوس کرتا ہے کہ اولاد نہ صرف رنج وآلام میں ہمدرد وغم خوار ہوگی بلکہ اس کے مقصد حیات کی تکمیل میں مدو معاون ہوگی۔ بچوں کی موجودگی میں ذاتی تسکین کا بڑا سامان موجود ہے۔ بچے جہاں مادی طور پر ایک سہارا ہوتے ہیں وہاں روحانی طور پر تسکین کا باعث ہوتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس نعمت عظمیٰ کی طرف مندرجہ ذیل طریقہ پر اشارہ فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ (۲)

''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں میں سے تمہارے لیے عورتیں پیدا کیں اور پھر ان عورتوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کیے۔ اور تم کو کھانے کے لیے پاکیزہ چیزیں دیں''۔

قرآن مجید کے مطابق بچے دنیوی زندگی کی زینت ہیں۔ اگر چہ آخرت کے لیے

اعمال صالح ہی باقی رہنے والے ہیں لیکن دنیوی زندگی کی رونق بچوں ہی کے دم سے ہے۔ارشادِ ربانی ہے:

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (۳)

''مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی زینت ہیں''۔

بنی اسرائیل پر اپنی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِیْرًا (۴)

''اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی اور تم کو جماعت کثیر بنادیا''۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس دلاتے ہوئے بچوں کا ذکر کیا:

وَاتَّقُوا الَّذِیْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِیْنَ (۵)

''اور اس سے ڈرو جس نے تم کو ان چیزوں سے مدد دی جن کو تم جانتے ہو۔اس نے تمہیں چوپایوں اور بیٹوں سے مدد دی''۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہوئے اس کے انعامات کا ذکر کرتے ہیں اور اس میں مال واولاد کا خصوصی تذکرہ کرتے ہیں:

وَّ یُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا (٦)

''اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں باغ عطا کرے گا اور ان میں تمہارے لیے نہریں بہادے گا''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بچوں کی خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا:

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ (۷)

''تو ہم نے اس کو اسحٰقؑ کی اور اسحٰقؑ کے بعد یعقوبؑ کی خوشخبری دی''۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے رویہ کا بھی تذکرہ کیا ہے جو انہوں نے نعمت اولاد کے عطا ہونے پر اختیار کیا:

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ وَهَبَ لِیۡ عَلَی الۡکِبَرِ اِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ اِنَّ رَبِّیۡ لَسَمِیۡعُ الدُّعَآءِ(۸)

''اللہ کا شکر ہے جس نے مجھ کو بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحٰق بخشے بیشک میرا پروردگار دعا سننے والا ہے''۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعاء میں تو باطنی آرزوئیں اور شخصی احتیاجات سمٹ آئی ہیں۔ یہ ایک دل کی پکار ہے جو براہ راست رب تعالیٰ تک پہنچتی ہے۔ قرآن مجید نے اسے ان الفاظ میں بیان کیا ہے!

وَاِنِّیۡ خِفۡتُ الۡمَوَالِیَ مِنۡ وَّرَآءِ یۡ وَکَانَتِ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا فَهَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیۡ وَیَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ وَاجۡعَلۡهُ رَبِّ رَضِیًّا(۹)

''اور میں اپنے بعد اپنے بھائی بندوں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما جو میری اور اولاد یعقوب کی میراث کا مالک ہو اور اے میرے پروردگار اس کو خوش اطوار بنائیو۔''

هُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّهٗ ج قَالَ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ج اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ(۱۰)

''اس وقت زکریا (علیہ السلام) نے اپنے پروردگار سے دعا کی (اور) کہا کہ پروردگار مجھے اپنی جناب سے اولاد صالح عطا فرما تو بیشک دعا سننے والا ہے''۔

مومنین کی صفات کو بیان کرتے ہوئے اس اظہار تشکر کو بیان کیا ہے جو وہ اولاد کی نعمت

پر کرتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا(۱۱)

''وہ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا''۔

قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۭ اِنِّىْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ(۱۲)

''تو کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ تو نے جو احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں ان کا شکر گذار ہوں اور یہ کہ نیک عمل کروں جن کو تو پسند کرے اور میرے لیے میری اولاد میں اصلاح (و تقویٰ) دے۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرمانبردار ہوں''۔

قرآن مجید نے بچوں کے نعمت ہونے پر شاید زور اس لیے دیا ہے کہ اس سے رویوں کی اصلاح ہوگی۔ قرآنی نقطہ نظر سے بچے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں ان کی قدر کرنی چاہیے۔ انہیں زحمت سمجھ کر ان سے نجات حاصل کرنا نہ صرف کفران نعمت ہے بلکہ انسانی معاشرے کے لیے بے حد نقصان دہ ہے۔ ان سے بدسلوکی کرنا' ان کی پرورش میں کوتاہی برتنا اور ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام نہ کرنا نسل انسانی کی بقا اور اس کے استحکام کے لیے مضر ہے۔

بچوں کے حقوق

اسلامی تعلیمات کی رو سے بچوں کی حفاظت و نگہداشت بہت ضروری ہے۔ اسلام نے

بچوں کے حقوق کے سلسلے میں خصوصی ہدایات دی ہیں۔ان ہدایات پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حقوق دو طرح کے ہیں۔حقوق کی ایک قسم وہ ہے جن کی ادائیگی لازمی ہے اور ان سے کوتاہی کرنا موجب سزا ہے۔دوسری قسم وہ ہے جن کا ادا کرنا پسندیدہ ہے اور ان سے کوتاہی کی صورت میں اخلاقی و معاشرتی سزا تو ملتی ہے لیکن قانونی گرفت نہیں ہوتی۔انہیں ہم آئینی حقوق اور اخلاقی حقوق کا عنوان دے سکتے ہیں۔

آئینی حقوق

اسلام نے اولاد کے معاملے کو صرف والدین کی صوابدید پر ہی نہیں چھوڑا اور نہ ہی معاشرے کے رویے پر انحصار کیا ہے بلکہ بچوں کو قانونی تحفظ فراہم کیا ہے اور ان کے ساتھ روا رکھے جانے والے غلط رویہ کو قابل سزا قرار دیا ہے۔دور حاضر میں بچوں کی نگہداشت کی صورت میں جو سرگرمیاں دکھائی دیتی ہیں اور اقوام متحدہ کے ذیلی اداروں میں اس سلسلے میں جو اقدامات کیے جا رہے ہیں وہ انسانی معاشروں کی کوتاہیوں اور غفلتوں کا ہی ردعمل ہے۔اسلام نے اپنی معاشرتی تنظیم میں پہلے دن سے ہی بچوں کے حقوق کے بارے میں واضح موقف اختیار کیا ہے اور یہ اس عظیم اصلاح کا حصہ ہے جسے اسلام نے معاشروں کی تشکیل میں اختیار کیا ہے۔آئینی حقوق میں مندرجہ ذیل حقوق کے بارے میں اسلامی تعلیمات پائی جاتی ہیں۔

۱۔ حق حیات

۲۔ حق پرورش

۳۔ حق تربیت

۴۔ حق میراث

۵۔ حق نکاح

حق حیات

بچے کا سب سے پہلا آئینی حق، حق زیست ہے۔ مرد اور عورت کا جائز جنسی تعلق صرف تفریح اور لذت کیشی نہیں ہے بلکہ یہ تعلق نسل انسانی کے تسلسل کا ذریعہ ہے لہذا اس تعلق کے نتیجے میں جو بچہ جنم لیتا ہے اس کا یہ حق ہے کہ اس کی زندگی کو محفوظ بنایا جائے۔ چونکہ وہ اپنی حفاظت نہیں کر سکتا اس لیے والدین اور معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ اس کی زندگی کو یقینی بنائیں۔ بعض انسانی معاشروں میں اولاد کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ معاشی تنگی کی وجہ سے یا مذہبی عقیدہ کی بنا پر انہیں معبودوں کے لیے قربان کر دیا جاتا تھا۔ قرآن وسنت نے قتل اولاد کو قانونی جرم قرار دیا ہے خواہ معاشی عوامل کی وجہ سے ہو یا مذہبی عقیدہ کی بنا پر۔ بعض عرب قبائل میں لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ قرآن نے اسے بھی ممنوع قرار دیا۔ معاشی، مذہبی اور قبائلی عصبیت کی بنا پر ہونے والے قتل اولاد کی تینوں نوعیتوں کو ممنوع قرار دیا۔

معاشی بنیاد پر اولاد کا قتل

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں انسان کے لیے بے پناہ وسائل حیات رکھے ہیں اور اسے حکم دیا ہے کہ محنت اور جدوجہد سے ان وسائل سے استفادہ کرے اور ان سے دنیوی زندگی کو مزین کرے۔ بعض انسانوں کے ظالمانہ رویوں کے باعث وسائل حیات پر چند لوگوں کا قبضہ ہو جاتا ہے اور بقیہ خلق خدا کو وسائل حیات سے کم حصہ ملتا ہے اس لیے بعض اوقات وہ معاشی تنگی کی وجہ سے قتل اولاد جیسے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ انسان کی کم ہمتی یا ظالمانہ معاشی نظام کی مداخلت کی وجہ سے وہ اولاد سے محرومی کا اقدام کر گذرتا ہے۔ قرآن وسنت نے معاشی وجوہ کی بنا پر قتل اولاد کو شدت سے منع کیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (۱۳)

"اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرنا (کیونکہ) ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ان کا مارڈالنا سخت گناہ ہے"۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَاحَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ج وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ج وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ج وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (١٤)

"آپ ان لوگوں سے کہیں کہ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناتا ہوں جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کردی ہیں: کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بنانا' ماں باپ سے حسن سلوک کرنا' ناداری کے اندیشے سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا کیونکہ تم کو اور ان کو ہم ہی رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ ان کے پاس نہ پھٹکنا اور کسی جان (والے) کو جس کے قتل کو اللہ نے حرام کردیا ہے' قتل نہ کرنا مگر جائز طور پر (یعنی جس کا شریعت حکم دے) ان باتوں کی وہ تمہیں تاکید کرتا ہے تاکہ تم سمجھو"۔

مذہبی بنیاد پر اولاد کا قتل

مشرکانہ کلچر میں دیوی دیوتاؤں کی نذر میں اولاد کی قربانی کی جاتی تھی۔ بعض مشرکانہ معاشروں میں اب بھی یہ رسم باقی ہے۔ قرآن اس قبیح رسم کی مذمت کرتا ہے اور اسے احمقانہ عمل قرار دیتا ہے۔ اسلامی تعلیمات نے اس رسم کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ قرآن مجید اس رسم پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَارَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ. قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا

مُهْتَدِيْنَ (۱۵)

''جن لوگوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی سے بے سمجھی سے قتل کیا اور خدا پر افترا کر کے اس کی عطا کی ہوئی روزی کو حرام ٹھہرایا وہ گھاٹے میں پڑ گئے۔ وہ بلاشبہ گمراہ ہیں اور ہدایت یافتہ نہیں ہیں''۔

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ. وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَافَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ (۱۶)

''اسی طرح بہت سے مشرکوں کو ان کے شریکوں نے ان کے بچوں کو جان سے مار ڈالنا اچھا کر دکھایا ہے تا کہ انہیں ہلاکت میں ڈال دیں اور ان کے دین کو ان پر خلط ملط کر دیں اور اگر خدا چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ تو ان کو چھوڑ دو کہ وہ جانیں اور ان کا جھوٹ''۔

لڑکیوں کا قتل

کئی معاشروں میں لڑکیوں کو پیدائش کے فوراً بعد قتل کر دیا جاتا تھا۔ عربوں میں بعض قبائل ایسے تھے جو لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے۔ قبائلی معاشروں میں بالعموم لڑکی کو ایک بوجھ سمجھا جاتا۔ چونکہ شادی کے بعد اسے کسی دوسرے قبیلے یا خاندان میں جانا ہوتا اس لیے وہ قبیلہ اور خاندان کے لیے مدد و معاون ثابت ہونے کے بجائے بوجھ سمجھی جاتی۔ اس نام نہاد ترقی یافتہ دور میں بھی لڑکیاں جہیز کم لانے کی وجہ سے قتل ہو رہی ہیں اور بعض عورتیں Scanning کے بعد یہ معلوم کر کے کہ اس کے ہاں لڑکی پیدا ہو رہی ہے اسقاط کرا دیتی ہیں۔ لڑکی معاشی بوجھ اور معاشرتی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے اس لیے اس سے نجات کے راستے تلاش کیے جاتے ہیں۔ بعض عربوں کے ہاں یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اور ان کی سفارش سے مشکلات حل ہوتی ہیں۔ دوسری طرف وہ انہی بیٹیوں سے نجات حاصل کرتے یا انہیں شدید دباؤ میں رکھتے۔ قرآن مجید

نے ان کے اس رویے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

وَإِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ، اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ، اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (۱۷)

''اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خبر ملتی ہے تو اس کا چہرہ غم کے سبب کالا پڑ جاتا ہے اور اس کے دل کو دیکھو تو وہ اندوہناک ہو جاتا ہے۔ اور اس خبر بد کی وجہ سے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اور سوچتا ہے کہ آیا ذلت برداشت کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا زمین میں گاڑ دے۔ دیکھو یہ جو تجویز کرتے ہیں بہت بری بات ہے''۔

وَإِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ (۱۸)

''اور جب ان میں سے کسی کو اس چیز کی خوشخبری دی جاتی ہے جو انہوں نے اللہ کے لیے بیان کی ہے تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا اور وہ غم سے بھر جاتا ہے''۔

قرآن وسنت نے ان تینوں اقسام کے قتل کو ممنوع فرمایا اور اولاد کی نعمت کو پہچاننے کا سلیقہ سکھایا۔ اس قتل کو قانونی طور پر جرم قرار دیا اور قابل سزا بنایا۔ کتب حدیث میں وہ تفصیلی واقعات موجود ہیں جو قتل اولاد کی سنگینی پر دلالت کرتے ہیں۔ اولاد اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے اور اسے کسی طرح بھی ختم کرنا درست نہیں۔ اولاد کی محبت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہے اور اس سے نوع انسانی کی بقا ہے۔

پرورش

بچے کا دوسرا حق پرورش ہے۔ پرورش سے مراد وہ طریق کار ہے جو بچے کی زندگی اور اس

کی نشو ونما کا ضامن ہو۔ اسلام نے والدین کو اپنے بچوں کی بقا اور نشو ونما کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ اور اس کے لیے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ ایک بچہ اپنی زندگی کے ابتدائی برسوں میں خطرات وعوارض سے اپنا دفاع نہیں کر سکتا۔ اپنے وجود کی حفاظت تو بعد کی بات ہے وہ تو خوردونوش کے لیے بھی دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کو اس امر کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے کہ وہ اپنے بچوں کی خوراک کا انتظام کریں' انہیں بیماریوں سے بچائیں اور حادثات سے محفوظ رکھیں۔ قرآن وسنت نے والدین پر فرض عائد کیا ہے کہ وہ بچے کی عمر کے مطابق خوراک اور لباس کا انتظام کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد سے اس ذمہ داری کا عمومی تصور ملتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَتِهٖ' فَالْوَالِدُ رَاعٍ فِيْ اَهْلِهٖ وَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيتِهٖ وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ مَالِ زَوْجِهَا وَ وَلِدِهٖ وَ مَسْئُولة عَنْ رَعِيَتِهَا وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ وَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَتِهٖ اَلا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَتِهٖ۔(۱۹)

''تم سب اپنے اہل خانہ کے کفیل اور ذمہ دار ہو۔ باپ اپنے خاندان کی کفالت کرتا ہے اور اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے۔ عورت اپنے شوہر کے مال اور اولاد کی نگران ہے اور اپنے گھر والوں کی ذمہ دار ہے اور خادم اپنے مالک کے مال واسباب کا نگران ہے اور اس کام کا ذمہ دار ہے۔ تم سب اپنے لواحقین کے کفیل اور ذمہ دار ہو''۔

والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کی پرورش پر توجہ دیں اور ان کی ضروریات پوری کریں ان کی غذا کا خیال رکھنا ان کو گرمی وسردی سے محفوظ رکھنا اور بیماریوں سے بچاؤ کا اہتمام کرنا ان کے فرائض میں شامل ہے۔ والدین کی غفلت سے بچے شدید جسمانی ونفسیاتی عوارض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بچے اپنی ابتدائی عمر میں شدید توجہ کے محتاج ہوتے ہیں اور والدین کی لاپرواہی سے کئی

نفسیاتی، روحانی عوارض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ پرورش کے ضمن میں خوراک، لباس، صاف ستھرا ماحول اور محبت و شفقت کا رویہ سب شامل ہیں۔ بچہ اپنی ابتدائی زندگی میں جس خوراک کا محتاج ہوتا ہے مشیت ایزدی نے اس کا انتظام ماں کے دودھ کے طور پر کر دیا ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے خصوصیت کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۭ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَاۗرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِھَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۤ وَعَلَي الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۭ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۲۰)

''جو باپ چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد پوری مدت رضاعت تک دودھ پیئے، تو مائیں اپنے بچوں کو دو سال تک دودھ پلائیں۔ اس صورت میں بچے کے باپ کو معروف طریقے سے انہیں کھانا کپڑا دینا ہوگا، مگر کسی پر اس کی وسعت سے بڑھ کر بار نہ ڈالنا چاہیے۔ نہ تو ماں کو اس وجہ سے تکلیف میں ڈالا جائے کہ بچہ اس کا ہے، اور نہ باپ ہی کو اس وجہ سے تنگ کیا جائے کہ بچہ اس کا ہے۔ دودھ پلانے والی کا یہ حق جیسا کہ بچے کے باپ پر ہے ویسا ہی اس کے وارث پر بھی ہے۔ لیکن اگر فریقین باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر تمہارا خیال اپنی اولاد کو کسی غیر عورت سے دودھ پلوانے کا ہو تو اس میں

بھی کوئی حرج نہیں' بشرطیکہ اس کا جو کچھ معاوضہ طے کرو' وہ معروف طریقے پر ادا کرو۔ اللہ سے ڈرو' اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو' سب اللہ کی نظر میں ہے''۔

اس آیت کی رو سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ماں کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ بچے کو اپنے دودھ سے محروم رکھے۔ دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے۔ اس سے کم مدت میں دودھ چھڑاتے ہوئے یہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ بچے کی صحت اور پرورش پر برا اثر تو مرتب نہیں ہوگا۔ اس آیت نے واضح کیا کہ دودھ پلانے والی ماں کے حقوق کا خیال رکھا جائے۔ باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ دودھ پلانے والی ماں کے طعام ولباس کا پورا انتظام کرے۔ باپ کی غیر موجودگی میں خاندان کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچے اور اس کی ماں کی نگہداشت کا پورا انتظام کرے۔ والدین کی علیحدگی کی صورت میں بچے کی رضاعت (دودھ پلوانے) کا انتظام کرنا ضروری ہے۔ ماں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ بلاوجہ بچے کو دودھ کی نعمت سے محروم کر دے کیونکہ یہ اس کی پرورش میں رکاوٹ ڈالنے کے مترادف ہے:

مسلمانوں کے ہاں دودھ پلانے کا یہ عمل مسلسل جاری رہا۔ یہ دور حاضر کی بدعت ہے کہ ماؤں نے اپنا دودھ پلانے سے گریز کیا ہے جس کا نتیجہ ماؤں کے حق میں بھی بہتر نہیں نکلا جبکہ بچوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ دور حاضر کی طبی تحقیقات نے ماں کے دودھ کی اہمیت و ضرورت کا ادراک کیا ہے اور ماؤں کو یہ مشورہ دینا شروع کیا ہے کہ وہ بچوں کو دودھ پلائیں چونکہ ماں کا دودھ بچے کی صحت' عادات واطوار اور مستقبل کی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے اس لیے ماں کی صحت' اس کی دینی اور اخلاقی حیثیت کی بڑی اہمیت ہے۔ ایک روایت کے مطابق حضور اکرمؐ نے بدکار اور پاگل عورتوں کے دودھ سے اجتناب کا حکم دیا ہے۔ کتب فقہ میں استرضاع المجنونة والحمقاء کے عنوانات موجود ہیں۔(۲۱)

محدث الھیثمی نے ایک روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

لاترضع لکم الحمقاء فان اللبن یغذی (۲۲)

''بے عقل عورت دودھ نہ پلائے کیونکہ دودھ کی غذائی تاثیر ہے''۔

بچہ ذرا بڑا ہوتا ہے تو اسے مناسب غذا اور لباس کی ضرورت ہوتی ہے۔ والد کی ذمہ داری ہے کہ وہ خوراک اور لباس کا انتظام کرے۔ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ رزق حلال سے اولاد کی پرورش کریں۔ ارشاد خداوندی ہے:

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (۲۳)

''ہم نے جو پاکیزہ چیزیں تمہیں دی ہیں انہیں کھاؤ''۔

يٰاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (۲۴)

''لوگو جو چیزیں زمین میں حلال طیب ہیں وہ کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے''۔

پرورش میں مساوی سلوک

غذا' لباس اور رہن سہن میں بچوں کے ساتھ مساوی رویہ اختیار کرنا اسلام کا تقاضا ہے قبائلی معاشروں میں لڑکوں کو ترجیح دی جاتی ہے اور خوراک اور لباس میں امتیازی رویہ رکھا جاتا ہے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امتیازی رویہ کو ناپسند فرمایا اور امت کو ایک طرح کی ہدایت ہے کہ وہ مساوات کی روش اپنائیں۔ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں:

جاء تنی امراۃ و معھا ابنتان تسالنی فلم تجد عندی غیر تمرۃ واحدۃ فاعطیتھا فقسمتھا بین ابنتیھا ثم قامت فخرجت فدخل النبیؐ فحدثتہ فقال من بلی من ھذہ البنات شیئا فاحسن الیھن کن لہ سترا من النار (۲۵)

''ایک عورت میرے پاس آئی اور اس کے ہمراہ اس کی دو بیٹیاں تھیں اس

نے میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ پایا تو میں نے اسے وہی دے دی پھر اس نے اسے اپنی بیٹیوں پر بانٹ دیا اور اس میں سے خود نہ کھایا پھر اٹھ کر باہر چلی گئی اس کے بعد نبی کریم ﷺ گھر آئے اور میں نے آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا جوان بیٹیوں کی آزمائش میں ڈالا گیا اور اس نے ان سے اچھا سلوک کیا تو وہ اس کے لیے آگ سے آڑ ہوں گی''۔

کئی احادیث میں اس موضوع کو بیان کیا گیا ہے ان میں تین کو یہاں پیش کیا جارہا ہے:

عن انسؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من عال جاريتين دخلت انا و هو الجنة كهاتين و اشار باصبعيه.(٢٦)

حضرت انسؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی وہ اور میں جنت میں اس طرح داخل ہوں گے اور آپ نے اپنی انگلیوں کو ملایا۔

عن ابن عباسؓ قال: قا ل رسول اللهﷺ من كانت له انثى فلم يئدها ولم يهنها و لم يوثر ولده عليها (يعنى الذكور) ادخله الله الجنة (٢٧)

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کی عورت (بہن یا بیٹی) ہو اور وہ اسے زندہ نہ گاڑے اور اس کی توہین نہ کرے اور لڑکوں کو ان پر ترجیح نہ دے اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا''۔

عن ابن عباسؓ قال: قال رسول اللهﷺ: سَوَّوا بَيْنَ اَوْلَادِكُم

فِيْ العَطِيَة فَلَوْ كُنْتُ مُفَضِلاً اَحَدًا لَفَضَّلْتُ النسَاء(۲۸)

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب اولاد کے ساتھ مساوات اور برابری کا معاملہ کرو۔ اگر میں اس معاملہ میں کسی کو ترجیح دیتا تو عورتوں کو ترجیح دیتا''۔

پرورش میں تمام مادی سہولتوں کی فراہمی شامل ہے جب تک بچوں کو احتیاج رہتی ہے اس وقت تک والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ وسائل مہیا کریں اور ان کو تحفظ فراہم کریں۔

حق تربیت

اگرچہ پرورش میں تربیت شامل ہے لیکن ہم نے اسے الگ رکھا تاکہ اس کی اہمیت واضح ہو۔ پرورش میں جسمانی نشو ونما اور تحفظ کو نمایاں حیثیت حاصل ہے جبکہ تربیت کا تعلق ذہنی اور روحانی نشو ونما سے ہے۔ والدین جس طرح بچے کے لیے جسمانی آسودگی اور مادی آسائشوں کا اہتمام کرتے ہیں اسی طرح ذہنی و روحانی آسائش اور سکون فراہم کرنا بھی ان کی ذمہ داری ہے۔ بچے کی متوازن شخصیت کی نشو ونما کے لیے ذہنی و روحانی سہولتیں بے حد ضروری ہیں۔ تربیت میں سب سے زیادہ اہم دو چیزیں ہیں ایک تعلیم اور دوسرے آداب زندگی۔

تعلیم

تعلیم انسانی شخصیت کا زیور ہے۔ بچے کی شخصی نشو ونما کے لیے تعلیم بے حد اہم ہے کتب روایت میں ہے:

علموا اولادکم فانھم مخلوقون لزمان غیر زمانکم

''تم اپنے بچوں کو تعلیم دو اس لیے کہ وہ ایک ایسے زمانے کی مخلوق ہیں جو تمہارے زمانے سے مختلف ہے''۔

بدر کے قیدیوں کے سلسلے میں کتب حدیث میں وارد ہے کہ جو لکھنا جانتے تھے ان کو کہا

گیا کہ دس دس بچوں کو لکھنا سکھا دو تو تمہیں چھوڑ دیا جائے گا۔

عن ابن عباسؓ قال: کان ناس من الاسری یوم بدر لم یکن لھم فداء فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداء ھم ان یعلموا اولاد الانصار الکتابۃ(۲۹)

''علم کی فضیلت کے بارے میں کئی احادیث موجود ہیں۔ایک حدیث کا نقل کرنا کافی ہوگا''۔

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم (۳۰)

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے''۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عباسؓ کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا:

اللھم فقھہ فی الدین اے اللہ اسے دین کا فہم عطا فرما۔علم کو عام کرنے کی پالیسی اور اسے بلا امتیاز سب کے لیے مہیا کرنا حضور اکرمؐ کا انسانیت پر احسان عظیم ہے۔مختلف مذاہب نے علم کو مخصوص طبقوں تک محدود کر رکھا تھا اور جاہلیت جدیدہ بھی عام انسان کو تھوڑی سی واقفیت پر محدود رکھ کر اعلیٰ تعلیم صرف چند لوگوں تک مخصوص کرنا چاہتی ہے۔اسلامی اصول وقوانین نہایت شدومد کے ساتھ تعلیم کی اہمیت پر زور دیتے ہیں اور اس کو حسن معاشرت کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔تعلیم میں دینی معلومات کے ساتھ دنیوی زندگی میں کام آنے والے علوم بھی شامل ہیں۔اسلام اس بات کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ وہ سب کچھ حاصل کیا جائے جسے دماغ اور حواس علم کے طور پر حاصل کر سکیں اور جس سے انسان اپنی معلومات میں وسعت پیدا کر سکے۔فاروق اعظمؓ نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے بچوں کو تیرا کی' شکار اور گھڑ سواری سکھائیں۔اس عہد میں گھڑ سواری اور شکار عربوں کے ہاں مقبول تھا۔آج کے حالات میں جو علوم انسانی زندگی کے لیے مفید ہیں ان کا حصول ضروری ہے۔فاروق اعظمؓ آج کے دور میں ہوتے تو وہ ان علوم کے اکتساب کا حکم دیتے۔

گویا تعلیم میں دینی و دنیوی دونوں علوم ضروری ہیں اور بچوں کو قرآن وحدیث اور

شریعت وعقیدہ کے ساتھ مروجہ سائنسی وعمرانی علوم کا سکھانا والدین کی ذمہ داری ہے۔

آداب سکھانا

تعلیم کے ساتھ جو چیز بے حد ضروری ہے وہ اسلامی آداب کی آبیاری ہے۔

فاروق اعظمؓ کا قول ہے:

مَنْ لَمْ يُؤَدِّبْهُ الشَّرْعُ فَلا اَدَّبَهُ الله (۳۱)

''جسے شریعت مودب نہ کر سکے اسے اللہ بھی مودب نہیں کرتا''۔

بچے کو نظم و ضبط سکھانا اس میں اچھی عادتیں اور اعلیٰ اخلاق پیدا کرنا والدین کا فرض ہے۔آنجنابؐ کا فرمان ہے:

عن جابر بن سمرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لَاَنْ يُؤَدِّبَ اَحَدُكُمْ وَلَدَه خَيْرَ لَهُ مِنْ اَنْ يَتَصَدُّق بِصَاع (۳۲)

''اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے بچے کو ادب سکھاتا ہے یہ اس کے لیے اس کام سے بہتر ہے کہ وہ ہر روز ایک صاع خیرات کرے''۔

مغرب نے بچوں کی تربیت کے حوالے سے آزادی وخود مختاری کا جو نظریہ پیش کیا ہے اس کے نتیجہ میں ایک آزاد، بے ادب، غیر منظم اور بدلحاظ افراد کا گروہ وجود میں آیا ہے جنہیں اپنی ذات کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔اسلام اس کے مقابلے میں ایک ذمہ دار، منظم اور دوسروں کے لیے خیر خواہی رکھنے والے افراد کی تشکیل کرتا ہے۔اسلام نے اچھی تربیت کو ثواب سے منسلک کیا ہے۔وہ والدین کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کا انتظام کریں۔

حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے:

اَكْرِمُوا اَوْلَادَكُمْ وَ اَحْسِنُوا اَدَبَهُمْ (۳۳)

''اپنے بچوں کی تکریم کرو اور انہیں ادب و تمیز سکھاؤ''۔

بچے کی تعلیم وتربیت اس لیے بھی اہم ہے کہ وہ معاشرے کی اساس ہے۔فرد سے خاندان اور خاندان سے معاشرہ وجود میں آتا ہے۔اچھے افراد جو تربیت یافتہ اور زیور علم سے آراستہ ہوں گے وہ معاشرے کو جنت کا نمونہ بنائیں گے' وہ ایسا ماحول تشکیل دیں گے جس میں تمام افراد خوشحال زندگی بسر کر سکیں گے۔غیر تربیت یافتہ افراد کے نتیجہ میں غیر مہذب معاشرہ وجود میں آتا ہے جو مزید انتشار اور فساد کا باعث بنتا ہے اس لیے اسلام نے بچے کی تعلیم اور تربیت دونوں پر زور دیا ہے اور اسے آزاد اور بے مہار نہیں چھوڑا۔حضور اکرمؐ نے تربیت کے حوالے سے بنیادی اصول بیان فرمایا کہ بچہ فطرت اسلام پر یعنی فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے اس کے بعد اس کے والدین اس کی تشکیل وتعمیر کرتے ہیں اور اسے جس رنگ میں چاہیں ڈھال دیں۔حدیث کے الفاظ میں:

کل مولود یولد علی الفطرہ فابواہ یھودانہ او یمجسانہ اوینصرانہ (۳۴)

''ہر بچہ فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے اس کے والدین اسے یہودی' مجوسی یا نصرانی بناتے ہیں''۔

اسلام نے آداب زندگی کے بارے میں مفصل ہدایات دی ہیں۔والدین بچوں کی عمر اوران کے مزاج کے مطابق آہستہ آہستہ اسلامی آداب سکھاتے ہیں۔کھانا پینا' گفتگو کرنا' والدین اور بڑوں کے ساتھ عزت سے پیش آنا' پاکیزگی اور نظافت کا خیال رکھنا' وہ چیزیں ہیں جن کی طرف والدین توجہ دے سکتے ہیں۔

حق میراث

اولاد کے آئینی حقوق میں ایک اہم حق میراث کا ہے۔اسلام نے اولاد کو باپ کی جائیداد میں نہ صرف شریک کیا بلکہ ان کے حصے بھی متعین کر دیے ہیں تاکہ کوئی ظلم نہ ہو سکے۔بعض معاشروں میں صرف بڑے بیٹے وارث ہوتے ہیں۔قدیم معاشروں میں بیٹیوں کو حصہ نہیں ملتا

تھا۔قرآن نے ان کا حصہ متعین کیا اور سنت نبویؐ نے اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی وضاحت کردی کہ باپ کوکسی جائز وجہ کے بغیر قانونی طور پر اولاد کو جائیداد سے محروم کرنے کا کوئی حق نہیں۔وہ کوئی ایسا اقدام نہ کرے جس سے ان کی حق تلفی ہو۔قرآن مجید میں ہے:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (۳۵)

''اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے سلسلے میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے''۔

اس پر ہمارے مفسرین اور قانونی ماہرین نے مفصل بحثیں کی ہیں کہ لڑکی کا حصہ آدھا کیوں ہے۔یہاں صرف اتنا بتا دینا کافی ہوگا کہ قرآن نے لڑکی کا کچھ حصہ متعین کیا ہے۔جبکہ دوسرے معاشروں میں کچھ بھی نہیں تھا۔پھر لڑکی کئی اور طریقوں سے بھی اپنا حق وصول کرتی ہے۔ بیٹی کی حیثیت سے اور بیوی کی حیثیت سے اس کے حصے متعین ہیں۔پھر مہر ہے' نان نفقہ کی ذمہ داری خاوند کی ہے۔اسے کئی پہلوؤں سے رعایت دی گئی ہے جو اس کے نصف حصہ کی کمی پوری کرنے کا باعث بنتی ہے۔چونکہ اولاد میں بیٹے اور بیٹیاں دونوں شامل ہیں اس لیے ان کے حق وراثت کو قانونی حیثیت دی گئی اور والدین کو یہ حق نہیں کہ وہ انہیں محروم کردیں۔

حق نکاح

اولاد کا ایک حق یہ بھی ہے کہ والدین ان کے نکاح کا انتظام کریں۔بحیثیت مجموعی معاشرہ اور والدین اس بات کے پابند ہیں کہ وہ اپنے جوان بچوں کی زندگی کی تنظیم کے لیے مناسب قدم اٹھائیں۔قرآن وسنت میں نکاح کے متعلق واضح احکام موجود ہیں۔

عن ابن سعیدؓ و ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ولد له مولود فلیحسن ادبه و اسمه فاذا بلغ فلیزوجه فان بلغ اثما ولم یزوجه فاصاب اثما باء باثمه(۳۶)

''حضرت ابن سعید اور ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے ہاں اولاد پیدا ہو تو اسے چاہیے کہ اسے حسن ادب سے آراستہ کرے اور اس کا اچھا نام رکھے اور جب بالغ ہو تو اس کی شادی کرنی چاہیے۔ اگر وہ بالغ ہوا اور اس کی شادی نہ کی اور اس نے گناہ کیا تو اس کا گناہ باپ کے سر ہے''۔

عن عمر بن الخطابؓ و انس بن مالکؓ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال في التوراة مكتوب من بلغت ابنته اثنتى عشرة سنة ولم تزوجها فاصابت اثما فاثم ذلک عليه(۳۷)

''حضرت عمر بن الخطابؓ اور انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تورات میں لکھا ہے جس کی بیٹی بارہ برس کی ہوئی اور اس نے اس کی شادی نہ کی، اس نے گناہ کا ارتکاب کیا تو اس کا گناہ باپ کے سر ہے''۔

آزاد معاشروں اور جاہلیت قدیمہ وجدیدہ میں نکاح کی اہمیت کو نظرانداز کیا گیا ہے۔ جنسی آزادی کو انسانی حق قرار دیا گیا ہے جس سے معاشرے کی تنظیم اور اس کی اخلاقی و روحانی حیثیت کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ اولاد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے ساتھی کا انتخاب کرے لیکن والدین پر راہنمائی کرنے، وسائل مہیا کرنے اور انتخاب میں سہولت پیدا کرنے کی ذمہ داری ہے۔ اسلام آزادانہ جنسی اختلاط کو معاشرے کے اخلاقی وجود کے لیے خطرناک سمجھتا ہے۔ عفت و عصمت اور غیرت وحیا کو بنیادی اجتماعی اقدار قرار دیتا ہے اس لیے نکاح کو آسان بنانے اور جنسی بے راہ روی روکنے میں والدین اور معاشرے کو مل کر کردار ادا کرنا چاہیے۔ نکاح کے سلسلے میں والدین پر ذمہ داری عائد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ معاشرے کی اخلاقی قدروں کے تحفظ کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ انتظام کی سہولتیں مہیا کرنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ والدین جبری

نکاح کرائیں۔ جبر کا اسلام میں کوئی تصور نہیں۔ ولی کو صرف اس لیے ساتھ رکھا کہ وہ اولاد کے نفع و نقصان کو غیر جذباتی انداز میں دیکھ سکیں گے، لڑکی یا لڑکا جذباتی وابستگی کی بنا پر ٹھنڈے دل سے فیصلہ کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ نکاح کو آسان بنانے کے لیے مناسب حالات پیدا کریں اور اولاد کی مدد کریں۔ بچوں کو آزاد چھوڑ دینے کے بھیانک نتائج سامنے آئے ہیں جنہیں مختلف معاشرے بھگت رہے ہیں اور ان کی نقالی میں اس راہ پر چلنے والے دوسرے معاشرے بھی انہی حالات کا سامنا کریں گے۔

اخلاقی حقوق

اخلاقی حقوق سے مراد وہ حقوق ہیں جن کا ادا کیا جانا اخلاقی اعتبار سے ضروری ہو لیکن ادا نہ کرنے کی صورت میں قانونی گرفت نہ ہو۔

ان حقوق میں درج ذیل نمایاں ہیں:

☆ اچھا نام رکھنا

☆ عقیقہ کرنا

☆ روحانی تربیت کرنا

اچھا نام رکھنا

والدین کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ بچے کا اچھا نام رکھیں۔ بیہقیؒ نے ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوالِدِ اَنْ يَحْسِنَ اِسْمَهُ وَ يُحْسِنَ ادبه (۳۸)

"باپ پر بچے کا یہ بھی حق ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو حسن ادب سے آراستہ کرے"۔

اخلاقی حقوق میں اولین بات یہ ہے کہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے والے بچے کا

نام ایسا رکھا جائے جو مسلم عقائد اور مسلم اخلاق کا آئینہ دار ہو۔ حدیث میں آیا ہے کہ تم اپنے بچوں کے نام خوبصورت رکھو۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

اَحَبُّ اَلاَسْمَاءِ اِلٰی اللّٰہِ عَبْدُاللّٰہِ وَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ (۳۹)

''اللہ کے نزدیک سے سب سے پیارے نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں''۔

شاہ ولی اللہؒ نے اس حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

''شریعت کے اہم اور عظیم ترین مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ تمام ارتفاقات ضروریہ اور تدابیر معاشیات میں بھی ذکر الٰہی شامل کر دیا جائے اور اسے دو چند کر دیا جائے تا کہ یہ امور بھی دعوت اسلام کی زبان بن کر حق کی دعوت دیں اور نومولود بچے کو عبداللہ اور عبدالرحمٰن سے موسوم کرنا درحقیقت اسے توحید سے آگاہ و باخبر کرنا اور توحید آشنا بنانا ہے نیز اہل عرب اور دیگر ممالک کے باشندے اپنی اولاد کا نام ان لوگوں کے نام پر رکھتے تھے جن کی وہ لوگ عبادت و پرستش کیا کرتے تھے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد ہی مراسم توحید قائم کرنا تھا اس لیے لازم وضروری ہوا کہ نام رکھنے میں سنت، توحید اور طریق توحید ہی کا اعتبار ولحاظ رکھا جائے۔ (۴۰)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

عن ابی ھریرۃؓ قال اخنع اسم عند اللہ تبارک و تعالی یوم لقیامۃ رجل یسمی ملک الاملاک (۴۱)

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک کم بخت نام اس شخص کا ہوگا جو ملک الاملاک کہلائے گا''۔

نبی کریم ﷺ کا معمول تھا کہ جن ناموں کے اچھے معانی نہ ہوتے تو ان کو تبدیل فرما دیتے۔ اچھا نام انسان کو احساس تشخص دیتا ہے، برا نام شرمساری کا باعث بنتا ہے۔ انبیاءؑ کرام اصحاب عظام، اولیاء اللہ اور سلف صالحین کے ناموں پر نام رکھنا پسندیدہ ہے۔ ناموں میں شرکیہ عنصر نہیں ہونا چاہیے۔ والدین اگر اچھا نام نہ رکھیں یا کسی وجہ سے پسند نہ آئے تو لوگ تبدیل کرتے ہیں۔ ابوالدرداء کی روایت میں حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے:

تدعون یوم القیامۃ باسماء کم و اسماء آباء کم فاحسنوا اسماء کم (۴۲)

''قیامت کے روز تمہیں اپنے ناموں اور اپنے والد کے ناموں سے پکارا جائے گا اس لیے بہتر نام رکھو''۔

حضور اکرمؐ کے ارشادات کی تاثیر ہے کہ امت مسلمہ میں ہمیشہ اچھے نام مقبول رہے۔ انبیاء و صلحاء کی نسبت سے نام رکھے گئے۔ کہیں بعض ایسے نام بھی پائے جاتے ہیں جو شرعی طور پر متنازع رہے تاہم امت مسلمہ اچھے ناموں کی وجہ سے منفرد ہے۔ حضور اکرمؐ نے اپنے بیٹے کا نام ابراہیم رکھا۔ آپ کا یہ ارشاد کتب حدیث میں منقول ہے: سَمُّوا بَاسْمَاءِ الاَنْبِیَاءِ (۴۳) یعنی پیغمبروں کے نام پر نام رکھو۔

روحانی تربیت

اخلاقی حقوق میں اہم چیز تربیت ہے۔ بقول سید سلیمان ندوی (۴۴) ظاہری اور جسمانی نشوونما کے بعد روحانی تربیت کا درجہ ہے۔ گو یہ ایک اخلاقی حق ہے لیکن یہ آئینی حقوق سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اسی سے وہ صحیح معنوں میں انسان بنے گا اور اسی سے وہ معاشرے کا مفید رکن سمجھا جائے گا۔ قرآن پاک میں کم از کم ایک ارشاد تو ایسا ملتا ہے جو اسے قانونی حق بنا دیتا ہے یا فرض کی حد تک پہنچا دیتا ہے:

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا قُوا اَنْفُسَکُمْ وَ اَهْلِیْکُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ

وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلآئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ(۴۵)

''اے ایمان والوتم اپنے آپ کواوراپنے گھر والوں کودوزخ کی اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تند خو (اور) مضبوط فرشتے (متعین) ہیں جو خدا کی (ذرا) نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جوان کوحکم دیا جاتا ہے''۔

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا(۴۶)

''اور ایسے ہیں کہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا''۔

وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ(۴۶)

''اور میری اولاد کو بھی نیک بنا کر مجھے سکھ دے' میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں فرمانبردار ہوں''۔

عَنْ اَیوب بن مُوسیٰؒ عَنْ اَبِیهٖ عَنْ جَدِّهٖ اَنْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّم قال: مَا نَحَلُ وَالِدٌ وَلَدَهٗ مِنْ نَحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ(۴۸)

''حضرت ایوب موسیٰؒ سے منجانب اس کے باپ کے اور منجانب اس کے دادا کے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا' کوئی باپ اپنی اولاد کو حسن ادب سے بڑھ کر اچھا عطیہ نہیں دیتا''۔

عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ من آوى يتيما الى طعامه و شرابه او جب الله له الجنة البتة الا ان يعمل ذنبا لا يغفر من عال ثلاث بنات او مثلهن من الا خوات فادبهن او رحمهن حتى يغنيهن الله او جب الله له الجنة فقال رجل يا رسول الله و اثنتين قال او اثنتين حتى لو قالوا او واحدة لقال واحدة......(۴۹)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: جس نے کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں ساتھ رکھا تو اللہ نے اس کے لیے جنت لازم کر دی سوائے اس کے کہ کوئی ایسا گناہ کرے جس کی بخشش نہ ہو سکے۔

اور جس نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی پرورش کی اور انہیں سلیقہ سکھایا اور ان پر ترس کھایا یہاں تک کہ اللہ نے انہیں بے نیاز کر دیا تو اللہ نے اس کے لیے جنت لازم کر دی۔ اس پر ایک آدمی نے عرض کیا' یا رسول اللہ! اگر دو ہوں تو؟ فرمایا اور (چاہے) دو ہوں۔ یہاں تک کہ اگر لوگ ایک کا پوچھتے تو آپ یہی جواب دیتے"۔

بخاری کے باب العلم میں ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں ساری رات نوافل پڑھنے میں گزارے تو اس سے بہتر ہے کہ وہ بچے کو اچھے آداب سکھائے۔ شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغہ میں اس کی حکمت عملی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"چونکہ بچوں کی زندگی میں استقلال نہیں ہوتا اس لیے وہ اپنے والدین کی نگرانی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ماں باپ کے دلوں میں بے پناہ شفقت اور ہمدردی کا جذبہ پیدا کیا تا کہ

وہ تربیت اولاد کا کام خوشی سے انجام دیں اور ہر طرح ان کے نگران حال رہیں۔ وہ ان کی تربیت ایسے طریقے پر کریں جس سے ان کی آئندہ زندگی سنور جائے اور وہ ضروریات زندگی پورا کرنے کے لیے جائز اور باعزت طریقے پر کمانا جان سکیں، زیور علم سے آراستہ ہوں۔ والدین اپنی اولاد کے بزرگ و محترم ہوتے ہیں اور محسن بھی۔ اور ان کی ظاہری و معنوی تربیت میں انہوں نے وہ تکالیف برداشت کی ہیں جن کا اندازہ لگانا یقیناً مشکل ہے"۔(۵۰)

عقیقہ

بچے کے پیدا ہونے کے ساتویں دن یا اس کے بعد جو جانور ان کے حوالے سے ذبح کیا جاتا ہے اس کو عقیقہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے عقیقہ کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ آپ نے حَسنَینؓ کا عقیقہ کیا تھا۔ اس سے بچہ بہت سی تکلیفوں اور مصیبتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ عربوں کے ہاں قبل از اسلام یہ رسم موجود تھی اور عقیقہ بچے کی پیدائش پر خوشی کے اظہار کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ قربانی چونکہ سنت ابراہیمی ہے اس لیے جانور ذبح کیا جاتا۔ حضور اکرمؐ نے اس رسم کو باقی رکھا۔ البتہ اس میں اصلاح فرمائی۔ حضرت بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ہم لوگوں کا دستور تھا کہ جب کسی کے لڑکا پیدا ہوتا تو وہ بکری یا بکرا ذبح کرتا اور اس کے خون سے بچے کو رنگ دیتا۔ پھر جب اسلام آیا تو رسول اللہ کی ہدایت کے مطابق ہمارا طریقہ یہ ہو گیا کہ ساتویں دن عقیقہ کی بکری یا بکرے کی قربانی کرتے اور بچے کا سر صاف کرا کے اس کے سر پر زعفران لگا دیتے۔

آنجنابؐ کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکے کے لیے دو اور لڑکی کے لیے ایک جانور ذبح کیا جاتا۔ عمرو بن شعیبؓ اپنے والد کے ذریعے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

من ولدله ولد فاحب ان ينسک عنه فليفعل عن الغلام

شاتان مكافاتان و عن الجارية شاة (۵۱)

جس کے بچہ پیدا ہو اس کی طرف سے عقیقہ قربانی کرنا چاہیے۔ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کرے۔

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ عقیقہ فرض و واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اگر کر لے تو اچھا ہے نہ کرے تو گناہ نہیں۔ البتہ حضور ﷺ کے ایک ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے فدیہ ادا ہوتا ہے۔ سلمان بن عامر الضبیؓ بتاتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

مع الغلام عقيقة فاهريقوا عنه دما و اميطوا عنه الاذى (۵۲)

"بچے کے ساتھ عقیقہ ہے۔ لہذا بچے کی طرف سے قربانی کرو اور اس کا سر صاف کرا دو"۔

حضور اکرمؐ نے اپنے نواسوں حسنؓ اور حسینؓ کا عقیقہ کیا تھا۔ حضرت علیؓ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے حسنؓ کی پیدائش پر بکری ذبح کی اور سیدہ فاطمہؓ سے کہا کہ بچے کا سر منڈوا کر بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرو۔ روایت کے الفاظ ہیں:

عن علیؓ ابن ابی طالب قال: عق رسول اللهﷺ عن الحسن بشاة و قال يا فاطمة احلقي راسه و تصدقي بزنة شعره فضة فوزناه فكان وزنه درهما او بعض درهم (۵۱)

"علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسنؓ کے عقیقہ میں ایک بکری کی قربانی کی اور آپ نے اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہ سے فرمایا کہ اس کا سر صاف کر دو اور بالوں کے وزن بھر چاندی صدقہ کر دو۔ ہم نے وزن کیا تو وہ ایک درہم کے برابر یا اس سے بھی کچھ کم تھے"۔

عقیقہ میں بنیادی حیثیت استطاعت کی ہے اگر کوئی دو جانور ذبح نہیں کر سکتا تو ایک بھی کیا جا سکتا ہے۔ عقیقہ کو ایک اسلامی رسم کے طور پر منانا استحباب کے درجہ میں ہے اور ملت ابراہیمی

کی رسم قربانی کا تسلسل ہے۔

ختنہ

ختنہ سنت ابراہیمی ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ یہودی بھی اپنے لڑکوں کا ختنہ کرواتے ہیں۔ ختنہ ساتویں روز کروانا چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ اسے سات سال تک موخر کیا جا سکتا ہے۔ ختنہ پر جو جدید طبی تحقیقات ہوئی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کئی قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہے اور خاص قسم کی Infection سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔

حسن سلوک

حسن سلوک ایک جامع اصطلاح ہے جس میں ظاہری پرورش اور روحانی تربیت آ جاتی ہے اور یہ والدین کا ایسا رویہ ہے جس سے اولاد کی شخصیت کی تذلیل و تحقیر نہ ہو بلکہ ان کی عزت نفس کو قائم رکھا جائے۔ اس سلسلے میں اہم بات یہ ہے کہ مختلف معاشروں میں بعض اوقات بچوں کی حیثیت کو نظر انداز کر کے ان سے عمدہ سلوک نہیں کیا جاتا تھا مگر اسلام نے تعلیم و تربیت اور پرورش و رہائش میں بچے اور بچی دونوں کو مساوی رکھا ہے۔ حضور ﷺ کے واضح ارشادات سے پتہ چلتا ہے کہ اولاد کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان کی تکالیف برداشت کرنا بڑے اجر کا باعث ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ (۵۴)

"اور ہر ایسے مال کے لیے جس کو والدین اور رشتہ دار لوگ چھوڑ جائیں ہم نے وارث مقرر کر دیے ہیں"۔

حدیث میں وہ تفصیلات موجود ہیں جن سے حسن سلوک کا پتہ چلتا ہے۔ یہی حسن سلوک آگے بڑھ کر یتیموں بے کسوں اور بے سہارا لوگوں کو اپنے دامن میں پناہ دیتا ہے۔ حسن سلوک ایک ادارہ (institution) ہے جو والدین سے آگے بڑھ کر پورے معاشرے کو سمیٹ

لیتا ہے یعنی ہر بڑا آدمی چھوٹے سے حسن سلوک کرے اور ہر چھوٹا ہر بڑے سے عزت واحترام سے پیش آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا (۵۵)

''جو چھوٹے پر رحم نہیں کرتا اور بڑے کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں''۔

اہمیت

بچے قوم کا وجود اور مستقبل کے والدین ہیں۔ معاشرہ انہی سے تشکیل پاتا ہے۔ جو معاشرہ جس طرح اپنے بچوں کی تربیت کرے گا اسی طرح کے افراد اس معاشرے کا مرتب مواد ہوں گے۔ بچے کے ساتھ نرمی اور شفقت کا سلوک اسے ذمہ دار اور باشعور بنا دیتا ہے۔ اس کی اچھی تربیت اسے معاشرے کا اچھا فرد ثابت کرتی ہے۔ کوئی قوم جس طرح کا معاشرہ پیدا کرنا چاہتی ہے اسے اس طرح کے افراد تیار کرنا ہوں گے اور افراد کی تیاری میں بچپن کی تربیت کو بڑا دخل ہے۔ اگر ہم عملی نقطہ نظر سے دیکھیں تو اسلام نے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے جو اصول دیے ہیں وہ زیادہ بہتر اور مناسب ہیں۔ آخر میں ہم چند اہم امور پیش کرتے ہیں جو بچوں کی تربیت میں ملحوظ خاطر رہنے چاہییں۔

۱۔ بچوں کی نفسیات معلوم کر کے ان سے سلوک کیا جائے۔

۲۔ ان کے لیے اچھے تعلیمی مراکز اور عمدہ تربیتی ماحول پیدا کیا جائے۔

۳۔ عمدہ کتابیں مہیا کی جائیں۔

۴۔ ان کے لیے اچھی اور صحت مند تفریح گاہیں مہیا کی جائیں۔

۵۔ ان کے لیے اخلاقی اصولوں کی خوبی اور عملی مشق کا انتظام کیا جائے۔

۶۔ ان کے لیے ایسا نظام ہو جس میں اعتدال ہو (اس میں بہت سختی ہو نہ بہت نرمی) جس سے ان کی نفسیاتی الجھنوں کا سدباب ہو سکے۔

۷۔ مخرب اخلاق اشیاء اور ماحول کو ختم کر دینا چاہیے تا کہ ان کے عمدہ اوصاف تشکیل پائیں اور معصوم ذہنوں پر برے اثرات مرتب نہ ہوں۔

حواشی

۱۔ ترمذی' ابواب البر والصلہ' باب ماجاء فی رحمۃ الناس ۱۴/۲

۲۔ النحل:۷۲

۳۔ الکہف:۴۶

۴۔ الاسراء:۶

۵۔ الشعراء:۱۳۲-۱۳۳

۶۔ نوح:۱۲

۷۔ ھود:۷۱

۸۔ ابراہیم:۳۹

۹۔ مریم:۵-۶

۱۰۔ ال عمران:۳۸

۱۱۔ الفرقان:۷۴

۱۲۔ الاحقاف:۱۵

۱۳۔ بنی اسرائیل:۳۱

۱۴۔ الانعام:۱۵۱

۱۵۔ الانعام:۱۴۰

۱۶۔ الانعام:۱۳۷

۱۷۔ النحل:۵۸-۵۹

۱۸۔ الزخرف:۱۷

۱۹۔ بخاری' کتاب الجمعہ' ۱۱/۱

۲۰۔ البقرہ:۲۳۳

۲۱۔ بحرالرائق، ۸/۱۹۵

۲۲۔ مجمع الزوائد، ۴/۲۶۲۔

یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ کتب حدیث میں منقول ہے۔ بیہقی نے سنن الکبریٰ ۸/۴۶۴ میں نقل کیا ہے۔ اس حدیث کا بنیادی ماخذ طبرانی ہے اور اس کی سند میں ضعیف راوی شامل ہے۔ روایت میں ''الحمقاء'' اور الورھاء کے الفاظ وارد ہوئے ہیں:

علیؓ سے منقول ہے:

''لا تسترضعوا اولادکم الحمقاء فان اللبن یغذی' الفردوس بماثور الخطاب' ۴۱۱۵ یہ روایات المعجم الاوسط' ۱۲۸۱۱ المعجم الصغیر ۱/۱۰۰ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

۲۳۔ طٰہٰ: ۸۱

۲۴۔ البقرۃ: ۱۶۸

۲۵۔ بخاری' کتاب الادب' باب رحمۃ الولد' ۲/ ۸۸۷

۲۶۔ ترمذی' ابواب البر والصلہ' ۲/۱۴

۲۷۔ ابوداؤد' کتاب الادب' ۲/۷۰۰

۲۸۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر' مجمع الزوائد' کتاب البیوع باب الھبۃ للولد' ۴/۲۷۲

۲۹۔ سنن ابن ماجہ' مقدمہ ۲۰/

۳۰۔ مسند احمد' ۱/ ۲۴۷

۳۱۔ ابجد العلوم' ۱/ ۱۱۶

۳۲۔ ترمذی' ابواب البر والصلۃ' باب ماجاء فی ادب الولد' ۲/۱۷

۳۳۔ ابن ماجہ' حدیث رقم ۳۸۷۱' کتاب الادب باب برالوالد والاحسان الی البنات عن انس بن مالک' ۲/۱۱۔۱۲

۳۴۔ صحیح بخاری' کتاب الجنائز' باب ما قیل فی اولاد المشرکین' ۱/۱۸۵

۳۵۔ النساء:۱۱۔۱۲

۳۶۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ' (الالبانی)'۲/ ۱۶۳

۳۷۔ شعب الایمان'۶/۴۰۲

۳۸۔ شعب الایمان' باب فی حقوق الاولاد والاھلین'۶/۴۰۰

۳۹۔ سنن ابی داؤد' کتاب الادب۔۲/۲۷۶

۴۰۔ حجۃ اللہ البالغ'۲/۳۹۱

۴۱۔ ابوداؤد' کتاب الادب باب فی تغیرالاسم القبیح 'عن ابی ھریرۃ ۴/۲۹۰

۴۲۔ البیہقی' کتاب الضحایا باب مایستحب ان یسمی بہ '۹/۳۰۸

۴۳۔ البیہقی کتاب الضحایا باب مایستحب ان یسمی بہ۹/۳۰۸

۴۴۔ سیرۃ النبی'۶/۲۴۴

۴۵۔ التحریم:۶

۴۶۔ الفرقان:۷۴

۴۷۔ الاحقاف:۱۵

۴۸۔ سنن ترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی ادب الولد۲/۱۷

۴۹۔ شرح السنۃ' باب رحم الخلق '۱۳/۴۴

۵۰ حجۃ اللہ'۱۲/۳۹۱

۵۱۔ مسند احمد ۲/۱۹۴

۵۲۔ صحیح بخاری ج۲ کتاب العقیقہ

۵۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ کتاب العقیقہ'۸/ ۴۷

۵۴۔ النساء:۳۳

۵۵۔ ترمذی' ابواب البر والصلہ باب ماجاء فی رحمۃ الناس'۲/۱۴

مراجع

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ ابن ماجہ محمد بن یزید القزوینی، السنن تحقیق محمد فواد الباقی، مکتبہ علمیہ بیروت

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف فی الاحادیث والآثار، بیروت

۴۔ ابوداؤد سلیمان بن الاشعث، السنن، بیروت

۵۔ البخاری، محمد بن اسمعیل، الجامع الصحیح، القاہرہ

۶۔ البیہقی، احمد بن حسین بن علی، السنن الکبری، بیروت

۷۔ البیہقی، شعب الایمان، بیروت

۸۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع الصحیح، تحقیق احمد محمد شاکر، بیروت

۹۔ شاہ ولی اللہ الدہلوی، حجۃ اللہ البالغہ (اردو ترجمہ) لاہور

۱۰۔ ندوی، سید سلیمان، سیرۃ النبی، لاہور

۱۱۔ الہیثمی، علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، القاہرہ

ہماری دیگر مطبوعات

☆ اسلام کی دس امتیازی خصوصیات	علامہ رشید رضا
☆ رسول اکرمؐ پیغمبر امن وسلامتی	مفتی محمد شفیع
☆ اسبابِ زوالِ اُمت	علامہ شکیب ارسلان
☆ رسول اکرمؐ کا منہاج دعوت	ڈاکٹر خالد علوی
☆ اسلام اور بنیادی انسانی حقوق	ڈاکٹر خالد علوی
☆ سیرتِ رسولؐ اور معاشی مساوات	مولانا محمد طاسین
☆ مسلکی اختلافات، حقیقت اور حل	مولانا فضل ربی
☆ عیسائیت کیا ہے؟	مولانا محمد تقی عثمانی
☆ افواہیں اور اس کے اثرات	ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی
☆ نظریۂ پاکستان	پروفیسر شریف المجاہد
☆ بچے کی تربیت اسلامی تعلیمات کی روشنی میں	ڈاکٹر ام کلثوم
☆ مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ	ڈاکٹر احسان حقی
☆ اسلام کا نظریۂ ابلاغ	ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر
☆ ماں کی ذمہ داریاں	فرزانہ چیمہ

دعوۃ اکیڈمی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی

پوسٹ بکس: 1485 اسلام آباد، پاکستان فون: 9261751~4, 2262031 فیکس: 2261648

ای میل: dawah@isb.compol.com ویب سائٹ: www.dawahacademy.org